مالی قربانیاں کرنے سے تم امیر ہو گے کیونکہ تمہارا غنی سے تعلق جڑے گا اور اگر اس تعلق کو کاٹو گے تو تم فقراء ہو جاؤ گے

اپنی اولاد کو مالی قربانی کا مزا چکھائیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ ستمبر ۱۹۹۰ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

ایک عرصے سے میں نے جماعت کو مالی قربانی سے متعلق یاد دہانی نہیں کروائی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مالی قربانی میں جماعت احمدیہ اس تیزی کے ساتھ آگے بڑھی ہے اور اس استقلال کے ساتھ اس پر قائم ہو چکی ہے کہ واقعۃً مرکزی ضرورت کے پیش نظر یاد دہانی کی ضرورت نہیں پڑتی۔

چند دن ہوئے تھے مجھے مکرم محمد شریف اشرف صاحب جو ایڈیشنل وکیل المال ہیں انہوں نے جماعتوں کی وہ فہرست بھجوائی جو افریقہ فنڈ میں پیش پیش ہیں۔ اس پر مجھے خیال آیا کہ اس موضوع پر بھی اب پھر کچھ کہنے کی ضرورت ہے خاص طور پر اس وجہ سے کہ لوگوں کو مالی قربانی کی ضرورت ہے۔ یعنی مالی قربانی کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ کہ نیک کاموں میں جن میں اللہ تعالیٰ جماعت کو توفیق عطا فرماتا ہے، نئے نئے ترقی کے میدان کھلتے ہیں، نئی عمل کی راہیں سامنے آتی ہیں تو ان امور پر جو خرچ کرنا پڑتا ہے اس کے لئے جماعت کو ضرورت ہوتی ہے اور وہ جماعت ہی نے پوری

کرنی ہے۔ تو جب بھی ایسی ضرورت پیش آئے مالی قربانی سے متعلق تحریک کرنے کا خیال دل میں پیدا ہو جاتا ہے لیکن مجھے اس دن یہ خیال آیا کہ جماعت کو اپنے طور پر اور ہر فرد کو اپنے طور پر ایک ضرورت ہے جسے کبھی ہمیں بھلانا نہیں چاہئے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر صرف جماعت کی ضرورت کے پیش نظر مالی قربانی کی تحریک ہوتی تو خدا تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ غنی ہے اور تم فقراء ہو۔ خدا تعالیٰ کی عطا کے ہزار ہا رستے ہیں وہی سب کو دیتا ہے وہ اپنے دین کی ضرورتیں خود پوری کر سکتا تھا۔ اس فلسفے کو بعض لوگ نہیں سمجھتے اور اس کی وجہ سے بعض ٹھوکر میں مبتلا ہوتے ہیں اور بعض شبہات میں مبتلا رہتے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ مالی قربانی کا حکم قرآن کریم میں جو بار بار دیا گیا ہے یہ اس ضرورت کے پیش نظر ہے کہ مالی قربانی سے لوگوں کا تزکیہ ہوتا ہے، لوگوں کے اندر پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ مومن کو مزید تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور قوم کی اصلاح ہوتی ہے اور قوم میں ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے اور بہت سی دوسری بدیوں سے چھٹکارے کی توفیق ملتی ہے۔ مالی قربانی کی اس ضرورت کو اگر آپ پیش نظر رکھیں تو ہر دور میں ہمیشہ جماعت کا ایک نہ ایک طبقہ ضرور ایسا رہتا ہے جسے مالی قربانی کی شدید ضرورت ہے اور وہ اس ضرورت سے محروم ہے کیونکہ ان باتوں کو وہ سمجھتا نہیں۔ پس اس دن مجھے خیال آیا کہ مرکزی ضرورتیں اللہ کے فضل سے اس طرح پوری ہوتی چلی جارہی ہیں کہ اس پہلو سے اگر مجھے یاددہانی کا خیال نہ بھی آئے تو اصل قربانی کا جو فلسفہ ہے، جو قربانی کی اصل روح ہے اس کے پیش نظر لازماً مجھے بار بار جماعت کو یاددہانی کروانی چاہئے اور مالی فلسفے کو بیان کر کے متوجہ کرنا چاہئے کہ خدا کی زبان میں اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (فاطر: ۱۶) تم فقیر ہو۔ اگر تم مالی قربانی نہیں کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے پس فقراء کا مطلب یہاں یہ ہے کہ تم محتاج ہو۔ اگر خدا کی خاطر تم اپنے اموال پیش نہیں کرو گے تو تمہیں شدید نقصانات پہنچیں گے اور جہاں تک میرا تجربہ ہے اور وسیع تجربہ ہے اور جہاں تک میں نے تاریخ کا بھی مطالعہ کیا ہے یہ نقصانات کئی انواع کے ہیں۔

ایک تو قرآن کریم نے لفظ زکوٰۃ کو مالی قربانی سے باندھا ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دو حصے اس کے ایسے ہیں جو آپ کو پیش نظر رکھنے چاہئیں ایک یہ کہ یہ بڑھنے والی چیز ہے۔ پس اگر کسی قوم کے اموال میں برکت کی ضرورت ہو یعنی قومی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی ضرورت ہو تو

قرآن کریم کی رو سے اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے والی قومیں ہمیشہ پہلے سے بہتر ہوتی چلی جاتی ہیں۔اس پہلو سے میں نے افریقہ میں جن علاقوں میں تیزی سے جماعت پھیل رہی ہے اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جہاں سخت غربت ہے وہاں تاکید کی کہ ایک غربت کا علاج کرنے کی ہم کوشش کر رہے ہیں افریقہ کی تحریک ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا اور صنعتوں کے قیام کی کوشش ہے، افریقہ سے تجارت کو بڑھانے کی کوشش ہے اور ذرائع اختیار کئے جارہے ہیں مگر ہماری توفیق اتنی تھوڑی ہے اور ہمارے پاس اس فن کے ماہرین جو جماعت کو مہیا ہو سکتے ہیں وہ اتنے تھوڑے ہیں کہ افریقہ کی ضرورت کے مقابل پر سمندر کے سامنے قطرے کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔تو اس پر مجھے خیال آیا کہ خدا نے اصل گر خود سمجھا دیا ہے اسی گر کو پکڑنا چاہئے اور اس کو جماعت کے سامنے کھول کر رکھنا چاہئے چنانچہ میں نے افریقہ کے مبلغین کو تاکید کی کہ اگر تم نے ان نئے آنے والوں کو ان کی غربت کی وجہ سے چندے کی تحریک نہ کی اور اپنی طرف سے ان پر رحم کیا تو ان پر تم سخت ظلم کرنے والے ہو گے۔افریقہ کی اقتصادی حالت کو تم نہیں بدل سکتے مگر خدا تبدیل کر سکتا ہے اور قرآن کریم نے ہمیں یہ نکتہ سکھایا ہے کہ جو خدا کی راہ میں مالی قربانی کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اموال میں بے انتہاء برکتیں بخشتا ہے۔دور اول میں یعنی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے دور میں مسلمانوں کی جو ابتدائی حالت تھی وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں۔ایسی غربت تھی کہ آنحضرت ﷺ کو بھی فاقے پڑتے تھے اور آپؐ کی ازواج مطہرات کو بھی اور آپؐ کے خاندان کو بھی جو مکے کے معزز ترین خاندان سے تعلق رکھنے والے افراد تھے اور اسی طرح آپؐ کے صحابہؓ کو بھی بہت چند ایک تھے جن کو خدا تعالیٰ نے بعض پہلوؤں سے دنیاوی طور پر دولت عطا کی تھی ورنہ تو سب سے دولتمند وہی تھے جو حضرت محمد مصطفی ﷺ دنیا کو دولتیں تقسیم کرنے آئے تھے۔بہر حال دنیاوی دولت کے لحاظ سے بعض تھے مگر سوسائٹی کی بھاری اکثریت ایسی تھی جو غربت کی حالت میں زندگی بسر کر رہی تھی۔مدینے میں جا کر بھی کم وبیش یہی حال رہا۔

اصحاب الصُفّہ کا حال آپ جانتے ہیں کہ کس طرح ایک بڑی تعداد صحابہ کی مسجد کے صحن میں اس کے کنارے جو بیٹھنے کی جگہیں بنی ہوئی تھیں وہاں پڑے رہتے تھے اور دن کو تلاوت کی، قرآن کریم کی، دین کی باتیں کیں اور اسی حالت میں اور وہیں رات بسر کرتے تھے اور کوئی ذریعہ معاش

نہیں تھا خدمت کے لئے کچھ لوگ آئے اور کچھ پیش کر دیا یا کبھی لکڑیاں اکٹھی کرنے کے لئے جنگل میں چلے گئے اور واپس لا کے کچھ بیچ کر گزارہ کیا۔ اس طرح ان کی گزراوقات تھی لیکن چند سال کے عرصے میں ہی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے گھر اس طرح دولتوں سے بھر دیئے کہ تاریخ میں اس قسم کے انقلاب کی آپ کو کوئی اور مثال دکھائی نہیں دے گی۔ دیکھتے دیکھتے صرف ان چند مسلمانوں ہی کے نہیں جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ وابستہ تھے اور آپ کی خاطر سب کچھ لٹا کر آپ کے در پر آ بیٹھے تھے بلکہ ان کے ساتھیوں کو بھی، نئے آنے والوں کو بھی، ان کی اولادوں کو بھی خدا نے اتنی دولتیں عطا کی ہیں کہ اب بھی آپ کبھی سپین جائیں تو وہاں کے جو آثار باقیہ ہیں وہاں اس دولت کے نشان ملتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ مساجد کو سونے سے سجانا اسلامی تعلیم نہیں، لیکن ایک وقت ایسا آیا تھا کہ جب بادشاہوں کو یا حکومتوں کو اتنی دولت ملی تھی کہ ان کو کچھ سمجھ نہیں آتی تھی کہ اس سے کیا کریں؟ غرباء کے حقوق پورے کرنے کے بعد یونیورسٹیوں پر خرچ کرنے کے بعد، اقتصادیات کی حالت بہتر بنانے کے لئے ہر قسم کی سکیمیں چلیں لیکن سونے کے انبار لگ گئے تھے اور جواہر کے انبار لگ گئے تھے۔ وہ مساجد جو سپین میں اب بھی دکھائی دیتی ہیں یعنی بڑی بڑی بلند عمارتیں جو مساجد کے ساتھ وابستہ ہیں وہ بھی اور مساجد بھی اس پر انہوں نے سونا لگانا شروع کیا اور سونے سے اس پر کام کرنے شروع کئے اور جواہر جڑنے شروع کئے۔

سپین کی تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ جب مسلمانوں کا انخلا ہوا ہے تو اتنا سونا اور اتنے جواہر وہاں سے لوٹے گئے ہیں کہ اس کو ضبط تحریر میں لانا مؤرخ کے لئے مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے کوئی اندازہ پیش کیا کسی نے کوئی اندازہ پیش کیا۔ لیکن یوں معلوم ہوتا ہے جیسے سونے اور جواہرات کی گاڑیوں کی گاڑیاں بھر کے وہاں سے دوسری جگہوں پر منتقل کی گئیں۔ تو دولت خدا کے ہاتھ میں ہے اور خدا غنی ہے اور ہم فقیر ہیں، یہ قرآن کریم کا اعلان ہے جس کو اس نے ہر دور میں ہمیشہ مختلف رنگ میں سچا کر کے دکھایا ہے وہ چند صحابہ جنہوں نے خدا کی خاطر قربانیاں کی تھیں چند روٹی کے ٹکڑوں کی قربانیاں تھیں۔ چند کپڑوں کی قربانیاں تھیں اس سے زیادہ تو عرب کی حالت ہی کوئی نہیں تھی عرب کی مجموعی اقتصادی حالت ایسی تھی کہ چند ایک امیر ہو جائیں تو باقی سب کے لئے لازماً غریب ہونا تھا۔ پس ان کی قربانی بھی چند ٹکوں کی، چند روٹیوں کی قربانیاں ہی تھیں لیکن خدا نے پھر اتنی دولت عطا کی

ہے کہ ساری دنیا میں بغداد سب سے زیادہ دولت مند شہر تھا اور دنیا کی سب سے زیادہ نعمتیں بغداد میں پائی جاتی تھیں۔ پاکستان وغیرہ سے آنے والے اب جب انگلستان آتے ہیں یا امریکہ جاتے ہیں تو یہ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ ہر موسم کا، ہر جگہ کا پھل یہاں موجود ہے۔ دنیا کی ہر نعمت کو ان امیر ممالک نے اپنی طرف مقناطیس کی طرح کھینچا ہوا ہے۔ مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں بغداد کو یہ مقام حاصل تھا کہ سب دنیا کی ہر نعمت وہاں پہنچا کرتی تھی۔

پس اس سلسلے میں مَیں نے صرف یہ ایک مثال دی ہے ایک پہلو جو قرآن کریم ہمارے سامنے رکھتا ہے کہ **خدا کی راہ میں ادا کرنے سے یا قربانیاں کرنے سے تم امیر ہو گے کیونکہ تمہارا غنی سے تعلق جڑے گا اور اگر اس تعلق کو کاٹو گے تو تم فقراء ہو جاؤ گے۔** پس مذہبی قومیں اگر مالی قربانی کو بھلا دیں تو پھر ان پر غربت کی مار پڑا کرتی ہے۔ اگر وہ مالی قربانی میں پیش پیش ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو بے انتہا دولتیں عطا کیا کرتا ہے۔ یہ وہ راز ہے جسے ہمیں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے اور قومی اقتصادی تعمیر کے سلسلے میں بھی اسے استعمال کرنا چاہئے۔

یہاں یہ فرق ضرور پیش نظر رہے کہ جو مالی قربانی کرتا ہے وہ اس نیت سے نہیں کرے گا کہ خدا مجھے اور دے مگر جس نے قومی تعمیر کرنی ہے وہ قوم کی حالت بدلنے کے لئے قوم میں قربانی کی روح ضرور پیدا کرے گا۔ ان دونوں باتوں میں فرق ہے، ایک آدمی اس لئے خدا کو دے کہ اے خدا! میں تجھے دس روپے دے رہا ہوں اب مجھے پچاس کر کے واپس کر دے تو یہ ایک بالکل جاہلانہ خیال ہوگا۔ وہ اپنی قربانی کو خود تباہ و برباد کر دے گا۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے: وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ (المدثر: ۷) کہ کسی پر احسان بھی نہ کرو اس نیت سے تا کہ تم زیادہ حاصل کرلو۔ تو خدا کو دینے کے وقت تو احسان کا معاملہ نہیں ہوا کرتا۔ یہ ایک عاجزانہ ہدیہ ہے جسے قبول کرلے تو ہمارے لئے اسی میں سعادت ہے، وہی ہمارا اجر ہے۔ پس جب میں یہ باتیں بیان کرتا ہوں تو غلط نہ سمجھیں، میں ہرگز آپ کو یہ نہیں سمجھا رہا کہ آپ میں سے ہر شخص خدا کی خاطر اس نیت سے قربانی کرے کہ خدا اس کے مال کو بڑھائے گا، لیکن وہ لوگ جنہوں نے قوم کی تعمیر کرنی ہے جن کے پاس قومی ذمہ داریاں ہیں ان کا فرض ہے کہ مسلسل قوم کے مالی قربانی کے معیار کو بڑھاتے چلے جائیں اور جان لیں اور یقین رکھیں کہ اس طرح قوم کی اقتصادی مشکلات کا حل بھی ہوگا

اور بحیثیت قوم کے یہ ایک ایسا نسخہ ہے جو ازمنہ سابقہ میں آزمایا جا چکا ہے اور سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں یہ آزمایا گیا اور اس کے نتائج آپ نے دیکھے۔

بعض لوگ حیران ہوتے ہیں کہ عربوں کو تیل کہاں سے مل گیا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ عربوں کو تیل انہی قربانیوں کے نتیجے میں ملا ہے جو ازمنہ گزشتہ میں یا دور اول میں آنحضرت ﷺ کے غلاموں نے کی تھیں۔ بعض لوگ حیران ہوتے ہیں کہ عیسائیوں کو کیوں اتنی دولت نصیب ہوگئی۔ قرآن کریم لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے حواریوں کو فقیر بنا دیا اور کچھ بھی ان کے پاس نہیں رہا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے آقا! تو خدا سے دعا کر کہ خدا آسمان سے مائدہ نازل فرمائے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے بعض شرطوں کے ساتھ فرمایا کہ ہاں! میں مائدہ نازل کروں گا۔ خود عیسائی، جو مذہبی راہنما ہیں وہ بھی اس بات کو سمجھتے نہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ آسمان سے روٹی اتری تھی اور وہ کھلا دی گئی تھی یہی مائدہ تھا۔ یہ بڑی جاہلانہ تعبیر ہے۔ آج جو عیسائی دنیا میں دولت کی ریل پیل دیکھتے ہو یہ وہی مائدہ ہے جو آسمان سے اتارنے کا خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا۔

پس قوموں کی تاریخ مختلف پہلوؤں سے دیکھی اور سمجھی جا سکتی ہے مذہبی نقطۂ نگاہ سے آپ ہلکا سا زاویہ پلٹیں تو ایک بالکل نیا جہان دکھائی دینے لگتا ہے اور یہی سچا زاویہ ہے، یہی اصل منظر ہے اور اس منظر کو آپ جب بھی اس اصول کو مذہبی تاریخ پر چسپاں کر کے دیکھیں گے ہمیشہ ایسے ہی مناظر دکھائی دیں گے۔ پس سائنسی ثبوت اسی کا نام ہے کہ اگر ایک مثال پیش کی جائے۔ وہی حالات دہرائے جائیں تو وہی مثال دوبارہ ابھرنی چاہئے۔ پس مذہبی دنیا میں جو بعض اصول کارفرما ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ خدا کی خاطر مالی قربانی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بے انتہاء دنیاوی برکتیں بھی عطا کرتا ہے۔ پس میں نے ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے افریقہ کے مبلغین کو خصوصیت سے ہدایت کی کہ تم اپنی جہالت میں ان پر یہ رحم نہ کرنا کہ ان غریبوں سے پیسے مانگے تو بڑا ظلم ہوگا۔ تم مومن کی فراست کو پیش نظر رکھتے ہوئے، مومن کی فراست سے کام لیتے ہوئے ان پر یہ رحم کرنا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ بھی خدا کی راہ میں پیش کر دو اور یہی تمہارے سب مصائب کا علاج ہے۔ پس مجھے بہت خوشی ہوئی یہ معلوم کر کے کہ جب وہاں سے Feed Back آیا ہے یعنی میری اس تحریک کے

جواب میں رپورٹیں آنی شروع ہوئیں تو پتا چلا کہ افریقہ کے غریب ترین ممالک میں بھی، غریب ترین علاقوں میں بھی خدا کے فضل سے مالی قربانی کی روح موجود ہے۔ بیدار ہو رہی ہے اور بھی اور جب بھی کہا جاتا ہے تو غریب سے غریب آدمی بھی ضرور کوشش کرتا ہے کہ کچھ نہ کچھ وہ خدا کے حضور پیش کرے۔ یہ سلسلہ اگر ہر افریقن ملک میں جاری ہو جائے اور تمام جماعت مالی قربانی کی پابندی اختیار کر لے اور حسب توفیق جو کچھ ہو سکتا ہے خدا کے حضور پیش کرے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دیکھتے دیکھتے ان احمدیوں کی وجہ سے سارے افریقہ کی تقدیر بدل جائے گی اور ان کے سارے اقتصادی مسائل کا حل اسی میں ہے کہ وہ خدا کی خاطر کچھ پیش کرنا سیکھ لیں۔

پس ضرورت سے مراد ایک یہ ضرورت ہے اور درحقیقت یہی ضرورت ہے جس کی طرف بار بار توجہ دلانی چاہئے کہ خدا غنی ہے تم لوگ فقیر ہو اپنے فقر کا علاج کرو اور فقر کا دوسرا علاج ایمان کی دولت سے ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کے نتیجے میں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے نتیجے میں ایمان نصیب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا ملتی ہے جو باتیں میں نے پہلے بیان کیں ان پر مومن نظر نہیں رکھتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ ایک چھوٹی جزاء ہے اور جانتا بھی ہے کہ یہ تو ملنی ہی ملنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں قربانی کرنے والوں کو کبھی بھی تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑا کبھی ان کو دنیا کا فقیر نہیں بنایا۔ پس فقیر تو بننا ہے۔ فقراء کا مطلب ہے تم بہر حال فقراء ہو، چاہو تو خدا کے در کے فقیر بن جاؤ، چاہو تو دنیا کے فقیر بن جاؤ۔ پس بہترین نسخہ یہی ہے کہ خدا کا فقیر انسان بن جائے اور دنیا کے فقیر سے اسے استغناء نصیب ہو جائے اور ان معنوں میں وہ بھی غنی بن جائے۔

بہر حال دوسرا پہلو جو بہت ہی اہم ہے جس پر مومن کی نظر رہتی ہے وہ ہے مالی قربانی کے نتیجے میں خدا کی رضا نصیب ہوتی ہے اور یہ بھی ایک طے شدہ حقیقت ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ خدا کی راہ میں مالی قربانی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی مراتب عطا ہوتے ہیں اور یہ کوئی دنیاوی سودا نہیں ہے کہ اس کے بدلے زیادہ پیسے دیدیئے تو بات طے ہوگئی۔ قربانی چونکہ خدا کی خاطر کی جاتی ہے اس لئے اس کی جزاء خدا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے۔ بعض لوگ اپنی جہالت میں کہہ دیتے ہیں کہ جی آپ لوگوں نے تو جماعت کو بس مالی قربانی، مالی قربانی کہہ کہہ کے اور کسی طرف توجہ ہی نہیں رہنے دی۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ نیک وہی ہے جو مالی قربانی

کرے۔ہم کیا کہتے ہیں خدا یہ کہتا ہے اور قرآن کریم اس مضمون سے بھرا پڑا ہے۔اس میں جماعت کے کسی عہدیدار کا قصور نہیں اگر نعوذ باللہ قصور ہے تو پھر خدا سے پوچھو کہ کیوں خدا نے قرآن کریم کو ہر ہر صفحے پر اس مضمون سے بھر دیا ہے کہ خدا کے حضور کچھ پیش کرو اور یہ بھی یاد دہانی کراتا جاتا ہے کہ تمہیں ضرورت ہے اس کو ضرورت نہیں ہے۔

پس ان ضرورتوں میں سے ایک ضرورت یہ ہے کہ مالی قربانی کے نتیجے میں اخلاص نصیب ہوتا ہے تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور انسان کے نفس کو پاکیزگی عطا ہوتی ہے، دنیا کی محبت نصیب ہوتی ہے، دنیا کی بدیوں سے تعلق کم ہوجاتا ہے اور انسان جب مالی قربانی کے نتیجے میں آگے قدم بڑھاتا ہے تو تمام ایسی بدیاں جن میں مالی قربانی نہ کرنے والا عام طور پر مبتلا ہوجایا کرتا ہے ان سے رفتہ رفتہ اس کو نجات ملنے لگتی ہے رجحانات بدل جاتے ہیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا دن بدن ایسے شخص کو اپنی طرف کھینچتی چلی جاتی ہے۔پس شروع میں ہوسکتا کہ اس میں دوسری بدیاں موجود ہوں، بعض دوسری کمزوریاں موجود ہوں مگر ایک مالی قربانی کرنے والے کو ہم نے ضائع ہوتے کبھی نہیں دیکھا۔کچھ کمزوریاں رہ بھی جائیں تو اللہ رفتہ رفتہ ان کی اصلاح فرما دیتا ہے۔ایک تو اس سے صرف نظر کا معاملہ فرماتا ہے جو ایک بہت ہی عجیب سلوک ہے۔آپ کو جس شخص سے پیار ہو جب آپ اس کی کمزوری نہ دیکھنا چاہیں تو آپ ایسی حالت میں اگر اس کو پکڑیں بھی جہاں اس کا جرم ثابت ہوتا ہو تو بعض دفعہ نظر پھیر کے چلے جاتے ہیں گویا دیکھا ہی نہیں۔بعض اپنے بچوں کی بری باتیں سنتے ہیں اور اَن سنی کر دیتے ہیں وہ چاہتے بھی نہیں کہ ہم انہیں سنیں۔تو اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے اس نے بھی یہ رنگ اختیار فرمایا ہوا ہے۔قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ جب اپنے پیاروں سے بعض غلطیاں دیکھتا ہے تو ان سے عفو فرماتا ہے۔وَاعْفُ عَنَّا (البقرہ:۲۸۷) کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا! ہم سے عفو فرما، یعنی ہم جب گناہ کر رہے ہوں تو گویا تو ہمیں نہیں دیکھ رہا۔ تو پیار کے طور پر اپنی نظر ہم سے پھیر لے۔تو جو مالی قربانی کرنے والے ہیں ان کے متعلق مجھے علم ہے کہ خدا تعالیٰ ان سے زیادہ عفو فرماتا ہے اور پھر اگلا حصہ مغفرت کا ہے اور پھر اس سے اگلا حصہ ہے۔كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آل عمران:۱۹۴) مالی قربانی کرنے والوں کی بدیاں دور ہونی شروع ہوجاتی ہیں اور رفتہ رفتہ اس حالت کو پہنچ جاتے ہیں کہ وہ

نیکوں کے ساتھ دم توڑتے ہیں یعنی نیکی کی حالت میں مرتے ہیں۔

پس مالی قربانی کے بہت سے فوائد ہیں اور ان پر آپ جتنا بھی غور کریں آپ کو اور باریک در باریک پہلوان میں دکھائی دیتے چلے جائیں گے۔ سچی مالی قربانی کرنے والا اپنے پیاروں سے بھی یہی توقع رکھتا ہے کہ وہ بھی مالی قربانی کریں اور یہ بات اس کے اخلاص کی کسوٹی بن جاتی ہے۔ اگر ایک ماں کو اپنے بچوں سے صحیح پیار ہے تو وہ اس بات میں خوشی محسوس نہیں کرے گی کہ بچے اپنا پیسہ اپنے پاس ہی رکھیں اور دین میں خرچ نہ کریں اور وہ یہ نہیں سمجھتی کہ میں جو خرچ کر رہی ہوں بس یہی کافی ہے بچوں پر کیا بوجھ ڈالنا ہے۔ بالکل اس کے برعکس وہ بچوں سے بھی چاہتی ہے کہ وہ بھی مالی قربانی کریں۔ جس سے اس کے اپنے اخلاص کا ثبوت ملتا ہے اور یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دل میں خدا کی سچی محبت اور قربانی کی سچی روح ہے یہ اس لئے قربانی نہیں کر رہی کہ اس کو اطاعت کی ایک رسماً عادت پڑی ہوئی ہے بلکہ اس کی اہمیت کو جانتی ہے اور اس حد تک جانتی ہے کہ اپنے سب پیاروں کو اس سعادت میں شریک کرنا چاہتی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کو کوئی نعمت مل جائے اور اپنے پیاروں کو کہیں کہ تم ذرا دور بیٹھے رہو۔ اس مصیبت میں مجھے ہی اکیلے کو رہنے دو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

کووّں کو بھی خدا نے یہ فطری سخاوت بخشی ہے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا ملے تو کائیں کائیں کر کے وہ دور دور سے اپنے بھائی بندوں کو بلا لیتے ہیں۔ انسان کو بھی ان باتوں سے سبق سیکھنا چاہئے اور سبق کے علاوہ اپنے آپ کو پہچاننے کے لئے ان باتوں کو بطور کسوٹی استعمال کرنا چاہئے۔ پس میں نے دیکھا ہے بعض ایسے ماں باپ ہیں جن کے بچے جب عملی زندگی میں حصہ لیتے ہیں کچھ کمانے لگتے ہیں تاجر ہوتے ہیں، نوکر بنتے ہیں تو وہ ان سے اس رنگ میں صرف نظر کرتے ہیں کہ چندہ نہیں دیتا تو کوئی بات نہیں۔ تازہ تازہ کمائی کرنے لگا ہے اور ابھی اس کے دن ہی کیا ہیں؟ ہم نے کافی قربانیاں کی ہیں۔ اس کو کچھ دیر اسی حالت میں رہنے دیں اور بعض ماں باپ اس طرح ان پر رحم کرتے ہیں کہ ہم نے جو ساری عمر نعمتیں حاصل کیں، خدا کا پیار پایا، خدا تعالیٰ سے غیر معمولی برکتیں حاصل کیں تو اس سے اولاد بیچاری کو کیوں محروم کریں۔ چنانچہ وہ تاکید کرتے ہیں کہ دیکھو خدا تمہیں اب نوکر بنا رہا ہے، تجارت کے مواقع عطا فرما رہا ہے۔ جو کچھ بھی تمہیں ملتا ہے سب سے پہلے خدا کے حضور پیش کرو۔ اور ان دونوں قسم کے تجربے مجھے ہوتے رہتے ہیں بعض دفعہ بڑے دلچسپ ہوتے ہیں بعض

بچے تو ایسے ہیں جو اپنے ماں باپ کے سکھانے پڑھانے پر اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ کر اور یقین کے بعد اپنی تنخواہ ملتے ہی یا اپنے منافع ہوتے ہی وہ مجھے بھجوا دیتے ہیں کہ اسے جس طرح بھی چاہیں خدا کی راہ میں استعمال کریں کیونکہ ہمیں خدا نے یہ توفیق عطا فرمائی۔ ہمارا پہلا کمایا ہوا رزق ہے۔ تو اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کس قسم کے ماں باپ ہیں اور کس قسم کی وہ اگلی نسلیں تیار کر رہے ہیں۔ بعض بچے ہیں جو جب وہ کمانے لگتے ہیں تو نظر سے غائب ہونے لگتے ہیں، یہاں تک کہ اگر پہلے جماعت میں وہ آتے جاتے بھی ہوں اور معروف بھی ہوں تو رفتہ رفتہ سرکنے لگ جاتے ہیں گویا ان کی دولت ان کے لئے ایک لعنت بن جاتی ہے اور بعض بچے سعید فطرت ہوتے ہیں۔

مجھے ایک دفعہ ایک بچے نے اپنے ماں باپ کی شکایت لکھی۔ اس نے کہا کہ جب میں نے کمائی شروع کی اور خدا کی خاطر قربانی شروع کی تو میرے ماں باپ مجھے سمجھانے لگے کہ اتنا نہ کرو، ظلم ہے اور کچھ اپنے لئے بچاؤ۔ کچھ فلاں کے لئے کرو، کچھ فلاں کے لئے کرو، تو اس بچے نے مجھ سے پوچھا کہ میرا دل تو نہیں چاہتا کہ ماں باپ کے کہنے میں آ کر خدا کے حضور مالی قربانی پیش کرنا بند کر دوں۔ آپ مجھے بتائیں کیا میرے لئے یہ گناہ تو نہیں ہوگا اگر اس معاملے میں میں ماں باپ کی بات نہ مانوں؟ معلوم ہوتا ہے وہ بہت ہی سعید فطرت نوجوان تھا۔ اس کو ایک یہ بھی ڈر تھا کہ اگرچہ نیکی سے روک رہے ہیں مگر ماں باپ ہیں ان کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔ میں نے پھر اس کو سمجھایا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ معاملہ بالکل طے ہو گیا۔ تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے خلافت کا مقام تو اس طرح ہے جیسے ایک بہت ہی وسیع عالمی خاندان کا کوئی سربراہ ہو جس سے بے تکلفی سے لوگ اپنی باتیں کرتے رہتے ہیں، ہر قسم کی باتیں چھیڑتے ہیں۔ ماں باپ بچوں کی شکایتیں کرتے ہیں بچے ماں باپ کی شکاتیں کرتے ہیں لیکن پیار کے ماحول میں اور اصلاح کی خاطر تو اس پہلو سے میری توجہ قرآن کریم کی ایک آیت کے ایک اور مضمون کی طرف بھی ہوئی جس طرف پہلے عموماً خیال نہیں گیا تھا۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ اپنی اولاد کو اموال کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ اس کا عام طور پر مفہوم یہی سمجھا جاتا ہے اور وہ بھی درست ہے کہ اس لئے برتھ کنٹرول نہ کرو اس لئے خاندانی منصوبہ بندی نہ کرو کہ تم لوگ غریب ہو جاؤ گے۔ قوم کی جو مجموعی اقتصادی حالت ہے وہ اس کی بڑھتی ہوئی آبادی کو برداشت نہیں کر سکے گی اور کھانے والے منہ زیادہ ہو جائیں گے اور روٹی کھانے کے لئے زیادہ

میسر نہیں ہوگی۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ کھانے والے منہ زیادہ ہو جائیں گے اور اگانے والے کھیت کم ہو جائیں گے۔ یہ ایک فلسفہ ہے جو آج کل کی مادی دنیا میں چل رہا ہے۔ عموماً اس آیت کا اسی مضمون پر اطلاق ہوتا ہے مگر مجھے یہ خیال آیا اور میں سمجھتا ہوں **یہ مضمون بھی درست ہے اسی آیت سے نکلتا ہے کہ اگر تم اپنی اولاد کو مالی قربانی سے روکو گے اس خیال سے کہ وہ غریب نہ ہو جائیں۔ تمہاری مجموعی دولت میں کمی نہ آجائے تو یاد رکھو کہ تم اپنے ہاتھ سے اپنی اولاد کو قتل کرنے والے ہو گے۔**

پس میں خوب کھول کر جماعت کو یہ باتیں سمجھاتا ہوں کہ حقیقت میں جماعت کو ان معنوں میں ضرورت نہیں ہے کہ اب فلاں چندہ نہ آیا تو یہ ضرورت پوری نہیں ہوگی، فلاں چندہ نہ آیا تو یہ ضرورت پوری نہیں ہوگی مگر جماعت کو اس پہلو سے یاد دہانی کی شدید ضرورت ہے کہ ہمیشہ جماعت میں ایک ایسا طبقہ ہوگا جسے قربانی کا فلسفہ سمجھ نہیں آتا یا قربانی کرتا ہے تو اس میں لذت محسوس نہیں کرتا اور نہیں جانتا کہ مالی قربانی کے بغیر اسے کتنے خطرات ہیں، کیسے کیسے نقصانات پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے دین، اس کے اعمال کے ضائع ہونے کا بھی خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پس ایسے طبقے کو بچانے کے لئے ضروری ہے کہ بار بار نصیحت کی جائے اور یاد دہانی کرائی جائے۔ جماعت کی مجموعی زندگی بھی مالی قربانی کو دوام بخشنے سے وابستہ ہے اور جماعت کی انفرادی زندگی بھی مالی قربانی کو دوام بخشنے سے وابستہ ہے۔ لیکن مالی قربانی کو دوام اس طرح بخشنا ضروری ہے کہ اس کے لطیف پہلوؤں پر نظر رہے اور مالی قربانی کے نتیجے میں انسان زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔ یہ تجارت تو ہے مگر اور قسم کی تجارت ہے یہ ایسی تجارت ہے جیسے میں نے بیان کیا کہ تحفہ پیش کرتے وقت بھی انسان کچھ حاصل کرتا ہے۔ سوئے بچے کو ماں بھی کچھ نہیں دیتی الا ماشاء اللہ۔ یہی چاہے گی کہ بچہ دیکھ رہا ہو کہ میں اسے کیا دے رہی ہوں تو پھر دیتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے دینا تو ہے ہی میں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاؤں۔ اس سے پیار کے جذبات کیوں نہ لے لوں۔

پس مالی قربانی کی روح یہ ہونی چاہئے اور یہ ہے اس کا لطیف پہلو جس پر ہمیشہ جماعت کی نظر رہنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تو کبھی نہیں سوتا لیکن وہ دلوں کا حال ضرور جانتا ہے اگر غفلت کی حالت میں آپ نے قربانی دی تو یہ حال ہوگا کہ گویا سوتے ہوئے میں آپ کے ہاتھ سے کوئی پیسہ گر گیا اور کسی نے اٹھا لیا اور اس لذت سے آپ محروم ہو جائیں گے اس لئے ماں والی مثال خدا پر یوں اطلاق نہیں

پاتی کہ گویا نعوذ باللہ آپ دے رہے ہیں اور خدا سویا ہوا ہے مگر اس طرح ضرور اطلاق پا جاتی ہے کہ آپ سوئے ہوئے ہیں اور خدا کو دے رہے ہیں اس لئے پورے شعور سے خدا کو دیا کریں۔ عاجزی کے ساتھ اس احساس کے ساتھ کہ میرے دینے میں کوئی ایسی ادا شامل ہے جس پر خدا کو پیار آئے گا اور ان اداؤں کی تلاش کیا کریں اور یہ ایسی چیز ہے جو تفصیل سے آپ کے سامنے بیان نہیں کی جاسکتی۔صرف یہ پہلو آپ کے سامنے رکھا جاسکتا ہے کہ عطا کرتے وقت یا پیش کرتے وقت انسان کے قلب کی ایک کیفیت ہوا کرتی ہے۔ وہ لفظوں میں ظاہر ہو یا نہ ہو، ہوتی ضرور ہے۔بعض دفعہ وہ کیفیت یہ ہوتی ہے کہ لو پیچھا چھوڑو، جاؤ جہنم میں۔دفعہ ہو میری جان چھوڑو، پیسے کچھ لے لو مگر مجھے اعصابی سکون مل جائے اور آپ لفظوں میں کہیں نہ کہیں۔بعض دفعہ آپ اس طرح بھی دیتے ہیں بعض دفعہ مائیں بھی بچوں کو اس طرح دیدیتی ہیں۔مصیبت پڑی ہوتی ہے وہ کان کھانے لگ جاتا ہے، پیچھے پڑ جاتا ہے کہ دو جی دو، دو،دو،دو، وہ کہتی ہے اچھا جاؤ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے مجھ سے پیسے لے لو، جاؤ نکلو یہاں سے حالانکہ ماں اتنی محبت کرتی ہے بعض دفعہ فقیروں کو لوگ اس طرح دیدیتے ہیں،بعض دفعہ دیتے ہیں تو رحم کے جذبات ہوتے ہیں۔بعض دفعہ دیتے ہیں تو پیار کے جذبات ہوتے ہیں ،بعض دفعہ دیتے ہیں تو محبت کے جذبات ہوتے ہیں انسان سمجھتا ہے کہ اگر اس نے قبول کر لیا تو میرے لئے کتنی عزت کا مقام ہے، کتنی سعادت ہے اور بعض دفعہ دیتے وقت محسوس ہو رہا ہوتا ہے کہ ہم دونوں کے اندر پیار کا رشتہ بڑھ رہا ہے۔پس جب میں نے کہا کہ لطیف پہلوؤں پر نظر رکھیں تو میری یہ مراد ہے کہ مالی قربانی کو اس طرح دوام بخشیں کہ آپ کی عمر کے ساتھ ساتھ آپ کو ہمیشہ اچھی اداؤں کی تلاش رہے اور اس رنگ میں خدا کے حضور پیش کیا کریں کہ دیتے وقت آپ کے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہو جایا کرے ۔آپ کا دل نرم ہو جایا کرے، آپ سمجھ لیا کریں کہ یہ وہ کیفیت ہے جو ضرور مقبول ہو گی کیونکہ اس کیفیت کو دنیا میں کوئی رد نہیں کرسکتا خدا کیسے رد کرسکتا ہے۔

پس خدا کرے کہ ہم اپنے مالی قربانی کے نظام کی ہمیشہ حفاظت کریں۔اس کے بدن کی حفاظت کریں، اس کی روح کی بھی حفاظت کریں اگر ایسا ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت ہمیشہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتی چلی جائے گی اور کوئی بھی جماعت کی راہ میں حائل نہیں ہو سکے گا اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔